شفیق مہدی پوری

مزدک اور اشتراکیت

کمیونزم یا اشتراکیت سے آج کی دنیا جتنی آگاہ ہے پہلے کبھی اتنی نہ تھی۔ لینن، کارل مارکس اور سٹالن وغیرہ اس ازم کے اکابر ارکان میں شمار ہوتے ہیں۔ مگر اس کے ابوالآبا سے شاید کسی کو اتنی معرفت حاصل نہیں۔ اور ہوتی بھی کیا جبکہ اس ازم کا جد امجد روسی نہیں بلکہ ایک ایرانی النسل تھا جس کی ہلاکت کو آج قریباً ڈیڑھ ہزار برس کا عرصۂ طویل گزر چکا ہے۔ روسیوں نے اس بے چارے کا ازم تو لے لیا مگر اسے نہ لیا۔ اور جہاں اس نے اپنی تعلیمات کے لیے جدوجہد سے زمین تیار کی تھی وہاں اس کے خیالات کا بیج نہ اُگ سکا۔ یہ فخر ایران کی ایک ہمسایہ زمین روس کو حاصل ہوا۔

اشتراکیت کا ابوالآبا مزدک ہے جو ایک ایرانی باشندہ تھا۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ اصطخر میں پیدا ہوا۔ بعض اس کا مولد و منشا ذاک نیشاپور لکھتے ہیں۔ وہ اصطخری ہو یا نیشاپوری بہرحال ایرانی ہے اور اس سے انکار کی قطعاً گنجائش نہیں۔

صاحب دبستان المذاہب نے مزدک کو "مرد پرہیزگار و دانا" لکھا ہے۔ اس کی دانائی میں کسی کو تامل نہیں ہو سکتا مگر پرہیزگاری کا تعزنت بد "غلط بخشی" ہے کیونکہ اس کی زندگی دانائی کی مظہر تو ہے مگر پرہیزگاری سے اسے دور کا تعلق بھی نہیں۔

پرانی دنیا ہمیشہ سے دو طبقوں میں منقسم رہی ہے یعنی امیر اور غریب یا خواص اور عوام۔ یہی دونوں طبقے ایران میں بھی موجود تھے۔ دونوں کے حقوق میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ خواص آسمان تھے تو عوام زمین بلکہ تحت الثریٰ۔ ایرانی حکومت کا ایک ہی فرض سمجھا جاتا تھا کہ خواص کے حقوق پر آنچ نہ آنے پائے۔ عوام بھیڑ بکریوں سے زیادہ وقعت نہ رکھتے تھے۔ ان کی وہی حالت تھی جو ہندوستان میں شودر کی

تھی۔ ایرانی عوام میں قابلیت و ذہانت تو تھی۔ مگر اسے اتنا دبا دیا گیا تھا۔ گویا نہ ان میں قابلیت تھی نہ ذہانت نہ پیدا ہونے کا امکان۔ وہ کسی امیر کی جائداد کا کوئی حصہ خرید لینے کے مجاز نہ تھے۔ انھیں حکومت کے نظم و نسق میں شرکت کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔

شہری عوام کی حالت دیہاتی عوام سے قدرے بہتر تھی۔ مگر دیہاتی عوام تو غلامی کے آہنی شکنجے میں بری طرح گرفتار تھے۔ ان کے لیے کوئی اخلاقی قدر محافظ نہ تھی۔ نہ انصاف ہی ان کا پرسان حال تھا۔

خواص سے مراد خاندانی طبقہ امرا تھا جو اپنے منہ میں چاندی کا چمچہ لے کر پیدا ہوئے اور عوام سے بھیڑ بکریوں کا سا سلوک کرتے ہوئے اس دنیا کو خیرباد کہہ جاتے۔ اخلاق کے اصول بھی اسی جماعت کے وضع کردہ تھے۔ قوانین میں بھی انھیں امتیازی درجات حاصل تھے اور عوام کو لب کشائی کی اجازت نہ تھی۔

یہ تھے وہ حالات کے عوامل جو مزدکیت کے حامی و ناصر تھے۔ جنھوں نے عوام کے دلوں میں نفرت کی آگ کی بھٹیاں روشن کر رکھی تھیں جن کے دانت اپنا گوشت کھاتے کھاتے تھک چکے تھے اور جو صدیوں سے لہو کے گھونٹ پی پی کر زندہ تھے۔

مزدک کا مذہب ایک انتقامی مذہب تھا جو ایرانی سماج سے زیادتیوں کا بدلہ لینے کے لیے معرض وجود میں آیا۔ طبقۂ خواص عیاش تھا، اور تختۂ مشق طبقۂ عوام۔ جہاں کسی کے پاس دولت کا پتہ چلتا طبقۂ امرا اسے زبردستی ہتھیا لیتا۔ زمین تھی تو طبقۂ خواص کی ملکیت تھی۔ مزدک کا مذہب زر، زن، زمین کا انتقام تھا چنانچہ اس نے اپنا انتقام لیا اور خوب لیا۔ اور آج بھی دنیا اسی انتقام کی زد میں ہے۔

چونکہ مزدک کی تحریک صدیوں کے پامال لوگوں کی حمایت میں تھی اور مزدک نے اس پر مذہب کی مہر لگادی تھی اس لیے عوام جوق در جوق اس کے حلقۂ ارادت میں داخل ہونے لگے۔ بقول مؤلف تاریخ ایران

"مزدک کیشی و آئینی تازہ آوردہ ہزاران نفوس را داخل آئین خویش نمود۔"

(مزدک نے ایک نیا مذہب نکالا کہ ہزاروں اشخاص کو اس میں داخل کر لیا)

مزدک کے زمانہ میں تخت ایران پر قباد جلوہ گر تھا۔ اتفاق سے ایران میں قحط پڑ گیا اور غلہ نایاب ہو ادھر مزدک کی تحریک ہزاروں نفوس کو اپنا گرویدہ بنا چکی تھی۔ غلہ کی نایابی نے حالات کو اور بھی سازگار بنا دیا

بالآخر جہاں دوسرے عقلا کو مشورہ کے لیے بلایا گیا۔ وہاں مزدک کو بھی دعوت دیدی گئی۔

اس ملاقات میں مزدک نے بادشاہ کو بتایا کہ یہ قحط قدرتی نہیں بلکہ انسانوں کا پیدا کیا ہوا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ خواص نے غلہ کو منڈی میں لانے کی بجائے ذخیرہ کر لیا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس ملاقات اور استدلال سے قباد اتنا متاثر ہوا کہ اس نے حکم دیدیا کہ "جہاں کہیں غلہ کے ذخیرے پائیں لوٹ لیں"۔

بقول سر پرسی مزدک کی بادشاہ سے یہ ملاقات ایک بڑے مقصد کے حصول کی تمہید بنی اور اس نے بادشاہ کو اپنے مذہب میں داخل کرنے کی ایک اسکیم بنائی۔

ایرانی صدیوں سے مذہباً آتش پرست تھے اور زرتشت کو اپنا پیغمبر مانتے تھے۔ اوستا ان کی مذہبی کتاب تھی۔ گھر گھر میں آگ روشن تھی۔ شاہی دربار میں بھی آتش کدہ روشن تھا۔ مزدک نے اس آتش کدہ کے نیچے خفیہ طور پر ایک گڑھا کھودا اور اس میں اپنے ایک معتمد کو سکھا پڑھا کر چھپا دیا۔ اور ایک نالی کے ذریعہ اسے اپنے ساتھ متعلق کر لیا۔ جب یہ سب کچھ ہو چکا تو بادشاہ اور درباریوں سے کہا کہ آپ میری پیغمبری پر ایمان لے آئیے۔ بادشاہ نے معجزہ طلب کیا تو مزدک نے کہا:

آپ اس آتش کو تو مقدس مانتے ہیں؟

ہاں ہاں کیوں نہیں۔ زرتشت کی روشن کی ہوئی آگ ابتدا ہی سے مقدس ہے اور ہمیشہ مقدس رہے گی۔ بادشاہ نے جواب دیا۔

آپ اس مقدس آگ کے فرمان کو مانیں گے؟

ضرور مانوں گا۔ بھلا اس کے فرمان سے ایک پرستار کو کیسے انکار ہو سکتا ہے۔ بادشاہ نے کہا:

تو میں اسی سے فیصلہ طلب کرتا ہوں!

مگر مقدس آگ باتیں نہیں کیا کرتی۔ بادشاہ نے کہا۔

میں جانتا ہوں مگر یہ میری معجز نمائی کے لیے باتیں کرے گی۔ آپ خود اپنے کانوں سے سنیں گے۔

یہ کہہ کر مزدک آگ سے مخاطب ہوا۔ جو کچھ وہ پوچھتا اس کا جواب باصواب پاتا حتیٰ کہ آگ سے یہ بھی آواز آئی کہ بادشاہ کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ تیرا معتقد ہو جائے۔

اتنا سنتا تھا کہ بادشاہ

"درسلکِ مریدانِ او آمد"

قباد کا مزدک کی ہونا تھا کہ مزدک کا حوصلہ بڑھا اور اس نے دوسرے مذاہب پر بے پناہ سختیاں شروع کر دیں۔ آرمینستان کے عیسائیوں کو اتنا تنگ کیا کہ وہ بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ خود ایرانی بھی مزدک کی عقائد اور مظالم سے تنگ آ گئے اور انھوں نے رئیس موبدان کی رہنمائی میں انجام کار بادشاہ کو تخت سے اتار دیا اور اس کے بھائی جاماسپ کو تخت پر بٹھا دیا۔ ان لوگوں نے نئے بادشاہ سے مطالبہ کیا کہ قباد کو قتل کر دے لیکن جاماسپ نے اس مطالبہ کو نہ مانا اور قباد کو ایک قلعہ میں قید کر دیا اور خود امور سلطنت کی انجام دہی میں مصروف ہو گیا۔

قباد مزدک کی سازش اور اپنی بیوی کی مدد سے قید خانے سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور تورانیوں سے جا ملا اور بالآخر انھیں کی مدد سے ایران پر حملہ کر کے تخت پر قابض ہو گیا۔

مزدک اور اس کے پیرو اس دوران میں نئی حکومت کے خوف سے دبک کر رہ گئے تھے۔ قباد کی آمد پر وہ پھر سے شیر ہو گئے اور مزدک نے اپنے خیالات کی تبلیغ و ترویج کے لیے مرتع پایا۔ چونکہ اس کی تعلیم کی بنیاد زن اور زر کے اشتراک پر منحصر تھی۔ اور وہ ان دونوں کی مشترکہ ملکیت کے حق میں تھا۔ اس لیے اس نے حکم دیا کہ عورتوں کے ساتھ نکاح کی پابندی اٹھا دی جائے۔ حتیٰ کہ ایک روز قباد سے بھی کہہ دیا کہ تمہارا کیا حق ہے کہ تم ایک حسین بیوی کو اپنے لیے مخصوص کر لو۔ درانحالیکہ اس میں سب کا حق ہے۔

بادشاہ دوسروں کے لیے تو سب کچھ برداشت کر سکتا تھا مگر اپنے لیے اسے یہ گوارا نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آہستہ آہستہ مزدک سے متنفر ہونے لگا۔ کیونکہ اس کی تعلیم سے ملک بھر میں بے حیائی اور حیوانیت کا دروازہ کھل گیا تھا۔ اور عصمت و عفت ننگے سر بھاگ نکلنے پر مجبور ہو گئی تھی۔

مزدک کی شاہی حمایت کے باعث امرا بادشاہ سے سخت متنفر اور بدظن ہو گئے اور بعض نے بغاوت کر دی جنھیں قباد نے قتل کرا دیا۔

بقول باری مرحوم قباد کے بڑے بیٹے کا نام کاؤس تھا جو مزدکی عقائد رکھتا تھا مگر مؤلف تاریخ ایران اس شہزادہ کا نام فتاسارس لکھتا ہے۔ اور یہی درست ہے کیونکہ آقائے سید محمد تقی مقدم ایرانی بھی اس کی تصدیق کرتا ہے۔

بہر حال ایرانی شہزادہ کا نام کاؤس ہو یا فتاسارس وہ مزدکی ضرور تھا۔ اسی لیے مزدک نے بادشاہ کو مجبور کیا کہ وہ فتاسارس کے حق میں تخت سے دست بردار ہو جائے۔ چنانچہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے مزدکیوں نے مظاہرے بھی کیے جس کے باعث قباد مزدک سے سخت نالاں تھا۔ اس نے فتاسارس کی بجائے اپنے چھوٹے بیٹے خسرو کو جو بادشاہ بن کر نوشیرواں کے لقب سے مشہور ہوا، اپنی ولی عہدی کے لیے نامزد کر دیا۔ اس پر مزدکی سخت برافروختہ ہوئے۔ اسی دوران میں بادشاہ کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ فتاسارس مزدکی سازش کا سب سے بڑا مہرہ ہے اور فیصلہ کر چکا ہے کہ بادشاہ بن کر مزدکیت کو حکومت کا مذہب قرار دے گا۔ اور اس کی ترویج و اشاعت کے لیے کوشاں رہے گا۔

قباد نے اس سازش اور مزدکیوں کے قلع قمع کی ٹھان لی۔ چنانچہ اس نے مزدکی لیڈروں کو ولی عہدی کے مسئلہ پر بحث کے لیے طلب کیا۔ جب سب آ گئے تو قباد کے شمشیر بکف محافظوں نے ان پر حملہ کر دیا اور ذرا سی دیر میں ان کی تکا بوٹی اڑا دی۔ یہ واقعہ ۵۲۲ء میں رونما ہوا۔

قباد نے اس کے بعد ۵۲۷ء تک حکومت کی اور زرتشتی مذہب اختیار کر کے اس کی ترویج و اشاعت میں بڑی سرگرمی دکھائی۔ مزدک نے حالات سے ڈر کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔

قباد کے مرنے پر نوشیرواں تخت نشین ہوا۔ چونکہ وہ مزدک اور اس کے پیروؤں سے ملک کو پاک کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے بظاہر مزدکیوں سے کوئی تعرض نہ کیا حتیٰ کہ جشن تخت نشینی میں مزدک اور اس کے مقلدوں کو دعوت دی۔ شاہی باغ میں در پردہ کنوئیں کھدوائے اور خفیہ احکام جاری کر دیئے کہ مزدک اور اس کے ارادت مندوں میں سے کوئی زندہ واپس نہ جائے۔ چنانچہ اسی جشن میں مزدک اور اس کے ایک لاکھ مریدوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی نوشیرواں

نے شہزادہ قباسارس اور دوسرے بھائیوں کو ان کے بیٹوں سمیت قتل کرا دیا۔

اس سانحہ ہوش ربا سے باقی ماندہ مزدکی ایران سے بھاگ کر روس میں پناہ گزین ہو گئے۔ اور اپنے عقائد سے روسیوں کو متاثر کرنے لگے۔ اس وقت تو انھیں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ مگر زمانہ گزرتا گیا اور روس کے شاہی خاندان کے استبداد سے بچنے کے لیے عوام نے مزدکیت کے دامن میں پناہ لی۔ حتیٰ کہ زار آخریں کے استبداد سے عوام کی چیخیں نکل گئیں اور مزدکیت کے فروغ کا موقع آ گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مزدکیت کمیونزم کا لبادہ اوڑھ کر برسرِ عام آ گئی۔ اور دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔

مزدک کا فلسفہ

ازل ہی سے دو خدا ہیں۔ ایک فاعلِ خیر ہے جسے یزدان کہتے ہیں اور وہ نورِ مجسم ہے۔ دوسرا فاعلِ شر ہے جس کا نام اہرمن ہے اور وہ ظلمتِ مجسم ہے۔ یزداں محض نیکی ہے اس سے نیکی ہی کا اظہار ممکن ہے۔ عقل، انسان، آسمان، ستارے اور عناصر یزداں نے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ ان پر اہرمن کو مطلق دسترس نہیں۔ پرہیزگار اور مفید انسان یزداں کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ جاندار کو آگ میں جلانا، کشتی کو غرقاب کرنا، لوہے سے جسم کو کاٹنا، کانٹے چبھونا، درندے اور موذی جانور مثلاً شیر، چیتا، بچھو، سانپ، وغیرہ اہرمن کی پیداوار ہیں۔ چونکہ آسمان اہرمن کی دسترس سے بالاتر ہے اس لیے اسے بہشت کہتے ہیں۔ یزداں زندگی بخشتا ہے اور اہرمن موت سے ہم کنار کرتا ہے یزداں صحت عطا کرتا ہے اور اہرمن رنج و بیماری۔ یزداں نے جنت بنائی اور اہرمن نے دوزخ تیار کی۔

چونکہ یزداں کا ملک وسیع ہے اس لیے وہی عبادت کے لائق ہے۔ اہرمن کی دسترس محض عالمِ عناصر تک ہے۔ یزداں پرست کی روح بہشت میں جاتی ہے اور اہرمن پرست کی دوزخ میں۔ اس لیے عقل کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اہرمن سے بچائے۔

وجود دو قسم کا ہے ایک شید یعنی نور دوسرا تار یعنی ظلمت اور اس سے مراد بھی یزداں اور اہرمن ہے نور کے افعال اختیاری ہیں اور ظلمت کے اتفاقی۔ نور، عالم اور حساس ہے اور ظلمت جاہل۔ نور و ظلمت کا امتزاج بھی اتفاقی ہے۔ نور کی ظلمت سے علاحدگی بھی اتفاقی ہے۔ نیکی نور کے باعث ہے۔ اور شر

فساد ظلمت کے سبب۔ اجزائے نور کا ظلمت سے جدا ہونا قیامت کہلاتا ہے۔

اصول وارکان تین ہیں یعنے مٹی، پانی، اور آگ۔ جب یہ آپس میں مل جائیں تو ان سے خیر و شر پیدا ہوتی ہے۔

یزدان عالم حقیقی میں کرسی پر اس طرح براجمان ہے جس طرح بادشاہ تخت سلطنت پر متمکن ہو اس کے حضور میں چار قوتیں ہیں:

۱۔ بازکشا یعنی قوت تمیز

۲۔ یاددہ یعنی قوت حفظ

۳۔ دانا یعنی قوت فہم

۴۔ سورا یعنی سرور

موبد موبداں، ہیربد ہیربداں، سپہدارا ور لشکر حکومت کے منتظم ہیں۔ دنیا میں جنگ و فساد زن اور زر سے ہے، عورتوں کو آزاد کر دینا چاہیے۔ جس کے پاس زر جمع ہو چھین لینا چاہیے۔ زن اور زر و مال، مشترک ہیں۔ کتنی بے انصافی اور ظلم ہے کہ ایک شخص تو حسین بیوی کا واحد مالک ہو اور دوسرے کے پاس بدصورت بیوی ہو۔ انصاف اور دینداری کا تقاضا یہ ہے کہ حسین بیوی کا خاوند بدصورت بیوی کے خاوند سے بیوی بدل لے اور یہ ادل بدل کا سلسلہ جاری رہے۔

یہ بھی بڑی بری بات ہے کہ ایک صاحب زر ہو اور دوسرا نادار و بے نوا۔ دیندار انسان کے لیے واجب ہے کہ اپنا مال ہم مذہبوں میں تقسیم کر دے۔ اگر کوئی شخص ان باتوں پر عمل نہ کرے تو وہ یزداں پرست نہیں بلکہ اہرمن پرست ہے۔

مزدک کا فلسفہ عام طور سے وہی ہے جو زرتشت کا ہے اور اس کی دینی تعلیم کا ماخذ زرتشت کا علم کلام ہے۔ مگر جہاں زرتشت، نیکی اور پارسائی کی تعلیم دیتا ہے اور بے حیائی اور زنا و حرص سے منع کرتا ہے، وہاں مزدک اپنے مذہب کی اساس ہی ان باتوں پر رکھتا ہے۔ اس لحاظ سے مزدکی عقائد شہوت پرستی اور عیاشی کے سوا کچھ نہیں۔ یہ گویا ایران کے صدیوں کے طبقہ، امرا و ملوک سے انتقام گیری ہے اور بس۔